مئی 2023ء

ماہنامہ

سبق پھر پڑھ

لاہور

بیاد

بابائے خلافت' چودھری رحمت علی مرحوم رحمۃ اللہ علیہ

مدیرِ مسئول

ال عمران چوہدری

دارُالسّلام

تمام مسلم ممالک کو ملا کر کُرّۂ ارض پر معرضِ وجود
میں آنے والی عظیم تر اسلامی مملکتِ واحدہ کا نام

الخلافۃ

تحریکِ عظمت اسلام

لٹریچر دستیاب ہے (بالکل فری)

آپ اپنی تعلیم، پیشہ اور دنیا میں دینِ حق کو سر بلند کرنے میں آپ کی تڑپ کے متعلق ایک مختصر جملہ بھیج کر درج ذیل لٹریچر مفت حاصل کر سکتے ہیں۔ خرچہ ڈاک بھی بذمہ ادارہ ہوگا۔

نام	صفحات
1- اسلام پر کیا گزری	16
2- نظامِ خلافت ہی کیوں؟	16
3- ہماری سمت درست نہیں	16
4- خلافت، فیوض و برکات	08
5- ہمارا تعارف اور ہدف	04

نوٹ:

1- ان پمفلٹس کا صرف ایک سیٹ منگوا سکتے ہیں۔

2- پتہ صاف ستھرا اور واضح لکھیں تاکہ ڈاک کا مسئلہ نہ ہو۔

3- خود بغور پڑھیں اور آگے کسی دوسرے کے حوالے کریں۔

4- طلباو طالبات کو ترجیح دی جائے گی۔

ملنے کا پتہ: دارالسلام (4 - B / 29) واپڈا ٹاؤن لاہور موبائل: 0300 - 8425428

منزل سے آگے بڑھ کر منزل تلاش کر
مل جائے تجھ کو دریا تو سمندر تلاش کر

سجدوں سے تیرے کیا ہوا صدیاں گزر گئیں
دنیا تیری بدل دے وہ سجدہ تلاش کر

سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

بَلِّغْ

مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ

مُدیر

چودھری رحمت علی مرحوم بابائے خلافت

نوٹ

1۔ عطیات وواجبات بینک الحبیب لمیٹڈ کی برانچ واپڈا ٹاؤن، لاہور کے اکاؤنٹ نمبر 4-01-101 0040-0081-000 میں جمع کروائیں۔

2۔ ''سبق پھر پڑھ'' کی مطلوبہ کاپیاں خرید کر آپ اپنے ہاں مفت یا قیمتاً تقسیم کر کے اشاعتِ دین کے فرضِ منصبی سے عہدہ براء ہو سکتے ہیں۔

3۔ ادارہ کا مضمون نگار سے کلی طور پر اتفاق ضروری نہیں۔

زرِ تعاون

فی شمارہ :-/30 روپے
سالانہ :-/300 روپے

بیرونِ پاکستان منگوانے کے خواہشمند حضرات علیحدہ رابطہ کریں۔

اے اللہ! ہمیں وہی کام کرنے کی توفیق عطا فرما جو مسلمانانِ عالم کو دنیا میں بالا کر دیں، جو تیرے دین کو غالب کر دیں

سبق پھر پڑھ

ماہنامہ لاہور۔ پاکستان

جلد: 31 شمارہ 04 شوال المکرّم 1444ھ مئی 2023ء

اس شمارے میں

☆ اداریہ: اهدِنَـــا الصِّرَاطَ المُستَقِيمَ (6) ------- 04

☆ بندے اللہ کے، زمین اللہ کی، مرضی بھی اللہ کی ------- 13

☆ معاشی و معاشرتی ترقی اور اسلام ------- 24

مقامِ اشاعت

چودھری ال عمران پبلشر نے میٹرو پرنٹرز سے چھپوا کر دارالسلام، واپڈا ٹاؤن، لاہور سے شائع کیا

CPL NO. 91

CPL NO. 91

بِسۡمِ اللهِ الرَّحۡمنِ الرَّحِيۡم

اهۡدِنَـــــا الصِّرَاطَ الۡمُستَقِيۡمَ(6)

اداریہ / ڈاکٹر نجم الدین

یہ سورۃ فاتحہ کی پانچویں آیتِ مبارکہ ہے جو کہ تین الفاظ پر مشتمل ہے۔ یہ الفاظ اتنے جامع اور وسیع معنی رکھتے ہیں کہ ان کو الفاظ میں بیان کرنا انتہائی مشکل ہے۔ جس کا بظاہر مفہوم تو کچھ یوں بنتا ہے کہ اے اللہ رب العزت ہمیں ہدایت (راہنمائی) فرماویں صراطِ مستقیم کی۔ اب صراطِ مستقیم کیا ہے؟؟ اس کا معلوم کرنا بہت ضروری ہے۔ تو یہ بھی ہمیں اللہ رب العزت ہی قرآنِ مجید میں فرماتے ہیں۔

ا۔ إِنَّ اللَّـــهَ هُوَ رَبِّی وَرَبُّكُمۡ فَاعۡبُدُوهُ هَذَا صِرَاطٌ مُّسۡتَقِيۡمٌ (64)۔ (الزخرف:64)

ترجمہ! بلا شک و شبہ اللہ رب العزت وہ ہیں جو میرے اور آپ کے رب العزت (حاکم) ہیں ان کی ''عبادت'' کرو یہی صراطِ مستقیم ہے۔

۲۔ قُلۡ إِنَّنِی هَدَانِی رَبِّی إِلَی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ دِيۡناً قِيَماً مِّلَّةَ إِبۡرَاهِيۡمَ حَنِيۡفاً وَمَا كَانَ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ(161)۔

ترجمہ! ''آپ اعلان فرمادیں! کہ مجھے میرے اللہ رب العزت نے صراطِ مستقیم (عبادتِ الٰہی) کی ہدایت (راہنمائی) فرمائی ہے کہ میں یکسوئی سے اقامتِ دین کروں ابراہیمؑ کے طریقہ کے مطابق اور مشرکین میں شامل نہ ہوں''۔

۳۔ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعۡبُدُوا اللَّهَ مُخۡلِصِيۡنَ لَهُ الدِّيۡنَ حُنَفَاء 5) ۔سورۃ البینہ

ترجمہ! ''اللہ رب العزت کا اس کے علاوہ کوئی حکم نہیں کہ اللہ رب العزت کی

''عبادت'' کرو یکسوئی سے خالص اللہ رب العزت کے دین کو زندگی میں اپناتے ہوئے۔

۴۔ إِنَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللَّهَ مُخْلِصاً لَّهُ الدِّينَ (2) أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ (3) سورۃ الزمر۔

ترجمہ! ''اے نبی ﷺ! ہم نے یہ کتاب دینِ حق کے ساتھ آپ کے پاس بھیجی ہے۔لہذا میری ''عبادت'' کرو خالص میرے دین کو اپناتے ہوئے۔خبردار! (زندگی کا نظام) خالص دین اللہ رب العزت کا حق ہے۔

یعنی اللہ رب العزت کی عبادت (اقامتِ دین) کرنا سیدھا راستہ ہے۔عبادت کے متعلق ہم تفصیل سے إِيَّاكَ نَعْبُدُ وإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ میں دیکھ چکے ہیں۔اب ہم نے یہاں یہ دیکھنا ہے کہ اس ہمارے مقصدِ زندگی ''عبادت'' کو کس طرح اللہ رب العزت کی راہنمائی میں ادا کرنا ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں قرآن میں کیا ہدایت وراہنمائی کرتے ہیں۔اللہ رب العالمین فرماتے ہیں۔

الم (1) ذَلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ (2) (سورۃ البقرہ:1)۔

ترجمہ: الف' لام' میم۔ یہ وہ کتاب ہے جس میں کسی شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔لیکن یہ ہدایت (راہنمائی) دیتی ہے متقین کو۔(یعنی جو لوگ اللہ رب العزت کی نافرمانی سے بچتے ہوئے دینِ اسلام میں زندگی گزارتے ہیں)۔

صراطِ مستقیم:

دنیا میں جتنے نظریات' ازم یا نظام جو کہ انسان کے خود ساختہ ہیں ان کے لیے کوئی اخلاقی اصول یا ضابطۂ اخلاق نہیں ہے۔جن کو انسانوں کے لیے عملی زندگی میں اپنانے کی ضرورت ہو۔وہ صرف انسانی حقوق کے زبانی دعویٰ دار ہیں۔فرائض پر بات ہی نہیں کرتے اور نہ انسانوں کے اخلاق وعادات کو سنوارتے ہیں بلکہ مادر و پدر آزادی کا درس دیتے ہیں۔ان کے پاس صرف انسانوں کو دھوکہ دینے کے لیے کوئی نہ کوئی شیطانی چال یا جال ہوا کرتا ہے۔یا پھر صرف اور صرف مال و دولت اور لوٹ کھسوٹ کے روپیہ پیسہ کے زور پر سارا نظام چلتا ہے۔جس کو انسانوں/لوگوں

کی خرید و فروخت کے ذریعہ چلایا جاتا ہے جو کہ صرف ظاہری چمک دمک، مال و دولت کی ریل پیل اور شان و شوکت کے مرہونِ منت ہیں۔ اس کے لیے وہ انسان جو کہ نظام باطل کا دعویٰ کرنے والے ہیں خواہ وہ زانی، جھوٹے، دغاباز، شرابی، سود کے لین دین میں ڈوبے ہوئے، NRO کے پروردہ، قاتل، چور، مکار، ڈاکو، قوم و ملک کے لٹیرے، قرض خور، ظالم جاگیردار، وڈیرے، ملک و قوم کو تباہ کرنے والے بیرونی دشمنوں کے ایجنٹ اور غیر ملکی بہروپئے ہی کیوں نہ ہوں بلکہ یہ خوبیاں اور ہنر ان کی اہلیت و قابلیت کی پہچان ہوتے ہیں۔ جیسے کہ پنجابی میں کہتے ہیں کہ ''چور اُچکا چوہدری تے غنڈی رن پردھان'' یعنی جتنا بڑا ''چور/ ڈاکو اتنا بڑا سیاست دان'' یہی لوگ اس باطل خودساختہ نظاموں میں کامیاب و کامران ہوتے ہیں۔

اس لیے جب انسان/لوگ دینِ اسلام کے اصولوں کے مطابق اپنے معاملاتِ زندگی نہیں نپٹاتے تو اس کا نتیجہ انتشار و افتراق ہی ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ باطل پرست قوم کے راہنما انسانوں/لوگوں کو تقسیم در تقسیم کر کے رکھتے ہیں اور تمام انسان شیطان ابلیس کے جال میں پھنسے ہوئے ہوتے ہیں۔ اللہ رب العزت کی نصرت و حفاظت سے نکل جاتے ہیں۔ شیطان جن و انس ان پر مسلط ہوتے ہیں۔ انسانوں میں وحدت و یکجہتی نہیں رہتی۔ ہر انسان اپنی مرضی یا شیاطین کے اصولوں پر چلتا ہے۔ شیاطین ان کی راہنمائی کرتے ہیں بلکہ القاء کرتے ہیں۔ وہ انسان راہِ مستقیم کی بجائے گمراہ ہو جاتے ہیں۔ اسی لیے اللہ رب العزت نے فرمایا کہ **''لَا تَعْبُدُ الشَّیْطٰنَ''** کہ شیطان کی عبادت نہ کریں لیکن انسان کے اوپر شیطان مسلط ہوتا ہے وہ شیطان کی عبادت کرتا ہے۔ اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں کہ **''وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوت''** یعنی طاغوت سے اجتناب کرو/ بچو لیکن انسان طاغوت کے پھندے/ جال میں پھنستا چلا جاتا ہے۔

جب کہ نظامِ اسلام / دینِ اسلام کے دعویٰ کرنے والوں کے لیے اللہ رب العزت نے یہ شرائط لگائی ہیں کہ وہ ایمان اور اعمالِ صالح کے پابند ہونگے اور دنیا میں زندگی رب العزت کے اصولوں اور ضابطوں کے مطابق گزاریں گے۔ وہ اپنے من مرضی / خودساختہ اصولوں اور

قوانین کو نہیں اپنا سکتے۔اسی لیے فرمایا کہ:

’’ہم نے آپ کو یعنی تمام انسانوں کو خلائف بنا کر بھیجا ہے۔اور تمام انسانوں کو ایک دوسرے پر فضیلت دی ہے‘ یعنی درجہ بندی کی ہے۔تا کہ تمہیں آزمائیں کہ کون اپنے اپنے دائرہ اختیار/وسائل میں جو کہ ہم نے عطا کیے ہیں ہمارے اصولوں اور ضوابط کے مطابق زندگی گزارتے ہیں۔‘‘(سورۃ الانعام:٦ کی آخری آیات)

تمام انسان خلیفہ بنا کر بھیجے گئے ہیں یعنی ہر آدمی / انسان اپنی اپنی جگہ پر جواب دہ ہے۔وہ اپنی زندگی من مرضی یا خود ساختہ نظام / قوانین / آئین بنا کر نہیں گزار سکتا ہے۔وہ اس بات کا پابند ہے کہ اللہ رب العزت کے دین / نظام زندگی / آئین / قوانین / کتاب کے مطابق زندگی گزارے اور ہر آدمی اپنے اپنے دائرہ اختیار میں اللہ سبحانہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے اختیارات / ذرائع وسائل و رزق اور انسانوں کا جواب دہ ہے۔کہ اس نے کس طرح اللہ رب العزت کے دیئے ہوئے ضابطہ قانون کے مطابق برتاؤ‘ سلوک کیا اور معاملات زندگی نپٹائے۔

اس لیے اللہ رب العالمین نے فرمایا کہ **’’اُدْخُلُوا فِی السِّلْمِ کَآفَّةً‘‘** کہ اے انسانوں پورے کے پورے دینِ اسلام / اسلام کے نظامِ زندگی میں داخل ہو جاؤ یعنی یہ نہیں ہوسکتا کہ تم دینِ اسلام کے کچھ قوانین کو تو تسلیم کرو اور اپناؤ اور کچھ کو چھوڑ دو۔بلکہ ہر معاملہ زندگی کا فیصلہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حکم کے مطابق کرو اور اپنی زندگی گزارو۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ’’تم میں سے ہر ایک آدمی اپنے گھر کا‘ بیوی اپنے گھر اور بچوں کی اور یہاں تک غلام / خادم اپنے دائرہ اختیار میں مسئول ہے۔‘‘

اسی لیے جو بھی انسان اسلام لانے کا دعویٰ کرتا ہے۔وہ اسلام کے قوانین وضوابط کو ماننے‘ تسلیم کرنے اور اس کے مطابق زندگی گزارنے کا پابند ہے۔وہ اپنی مرضی کے خود ساختہ قوانین / ضوابط / آئین کے مطابق زندگی نہیں گزار سکتا۔اس لیے دینِ اسلام یہ تقاضا کرتا ہے کہ ایک مسلم جھوٹا نہیں سچا ہوتا ہے۔چور نہیں سعد ہوتا ہے۔زانی نہیں بے داغ ہوتا ہے۔لوگوں کے حقوق

غصب کرنے والانہیں بلکہ لوگوں کے حقوق دینے والا ہوتا ہے۔ بدامن اور قتل و غارت گری کرنے والانہیں امن پسند اور امن دینے والا ہوتا ہے۔ فحاشی و عریانی پھیلانے والانہیں بلکہ متقی و پرہیزگار ہوتا ہے۔ ڈاکو اور لٹیرا نہیں لوگوں کو تحفظ دینے اور جان و مال اور عزت و آبرو کا رکھوالا ہوتا ہے۔ ظلم کرنے والانہیں بلکہ ظالم اور ظلم کو روکنے والا ہوتا ہے۔ خائن نہیں امانت دار ہوتا ہے۔ منکرات و سیئات سے بچنے والا اور معروف و اعمالِ صالح پر عمل پیرا ہوتا ہے۔ ناپ تول صحیح اور پورا کرنے والا اور لوگوں میں انصاف بانٹنے والا' بے سہارا لوگوں' یتیموں' مسکینوں' راہ گیروں' مسافروں کو لوٹنے والانہیں بلکہ ملجاو ماویٰ ہوتا ہے۔ عزیز و اقارب' ہمسایوں کے حقوق غصب کرنے والانہیں بلکہ ہمدرد اور حقوق کا تحفظ اور اپنے فرائض کو سرانجام دینے والا ہوتا ہے۔ والدین کا گستاخ و نافرمان نہیں بلکہ احسان و بھلائی کرنے والا اور وفادار و خدمت گزار ہوتا ہے۔ میاں اور بیوی کی شکل میں ایک دوسرے پر ظلم و زیادتی کرنے والانہیں بلکہ ایک دوسرے کے حقوق و فرائض کو پورا کرنے والا ہوتا ہے۔ اور پھر تمام لوگ مسلم ہونے کا دعویٰ کرنے والے انتشار و افتراق کا شکار نہیں ہوتے بلکہ تمام کے تمام متحد و یک جان ہو کر دینِ اسلام کی رسی / اصولوں کو مضبوطی سے پکڑتے ہیں اور اس پر کار بند ہو کر اپنے معاشرے میں عملاً دینِ اسلام قائم / نافذ کرتے ہیں۔ اور **'وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ لِلّٰهِ جَمِیعاً'** کی عملی تصویر اور نقشہ پیش کرتے ہیں۔ یہی صراطِ مستقیم ہے۔ اسی راستہ پر چل کر دینِ اسلام / نظامِ اسلام کو قائم / نافذ کر کے اللہ احکم الحاکمین کا حکم پورا کرتے ہیں یہی اللہ کی حاکمیت کا قیام / قیامِ خلافت اور عبادتِ الٰہی ہے۔ جو انسان پر دنیا میں زندگی گزارنے کے لیے فرض اور ڈیوٹی لگائی گئی ہے۔ جس کے لیے کل قیامت کے روز انسان جواب دہ ہے۔

1- فرمایا رب ذوالجلال نے کہ

وَكَيْفَ تَكْفُرُونَ وَأَنتُمْ تُتْلَى عَلَيْكُمْ آيَاتُ اللّهِ وَفِيكُمْ رَسُولُهُ وَمَن يَعْتَصِم بِاللّهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ (101) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ اتَّقُواْ اللّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلاَ

تَـمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسلِمُونَ (102)وَاعتَـصِـمُـواْ بِحَبلِ اللّهِ جَمِيعاً وَلاَ تَفَرَّقُواْ وَاذكُرُواْ
نِـعـمَـتَ اللّهِ عَلَيكُم إِذ كُنتُم أَعدَاء فَأَلَّفَ بَينَ قُلُوبِكُم فَأَصبَحتُم بِنِعمَتِهِ إِخوَاناً وَكُنتُم
عَلَـىَ شَفَـا حُفـرَةٍ مِّنَ الـنَّـارِ فَـأَنـقَـذَكُـم مِّـنـهَـا كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللّهُ لَكُم آيَاتِهِ لَعَلَّكُم
تَهتَدُونَ (103)

"آخر تمہارے پاس کفر (قرآنِ مجید، دینِ اسلام کے انکار) کرنے کا جواز کیا ہے؟ جبکہ اللہ رب العزت کے احکامات تمہیں سنائے جا رہے ہیں اور ان کے رسول ﷺ تمہارے پاس موجود ہیں اور جو اللہ رب العزت کا دامن مضبوطی سے تھامے گا وہ ضرور راہِ راست (صراطِ مستقیم) پالے گا۔ اے ایمان لانے والو! اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے۔ تم کو موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو۔ اور سب مل کر (متحد ہو کر) اللہ کی رسی (قرآن) کو مضبوطی سے پکڑ لو اور تفرقہ میں نہ پڑو۔ (فرقہ بندی نہ کرو) بلکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اس احسان کو یاد کرو جبکہ تم ایک دوسرے کے (جانی) دشمن تھے تو اللہ رب العزت نے اپنی مہربانی سے تمہارے دلوں میں محبت پیدا فرما کر بھائی بھائی بنا دیا، حالانکہ تم (دشمنی میں) دوزخ کے کنارے پہنچ چکے تھے لیکن انہوں نے تمہیں اس میں گرنے سے بچا لیا۔ اس طرح وہ تمہارے سامنے اپنے احکامات واضح فرماتے ہیں تاکہ تم راہِ راست پاؤ۔" (آلِ عمران: ۳/۱۰۱۔۱۰۳)

خلاصہ......صراطِ مستقیم:

فرمانِ رسول اللہ ﷺ کچھ یوں ہے کہ تم میں سے ہر ایک اپنے گھر کا، بیوی اپنے بچوں کی اور گھر کی اور یہاں تک کہ خادم/غلام اپنے دائرہ کار/اختیار کا مسئول ہے۔ قیامت کے روز اُن سے حساب کتاب لیا جائے گا۔ یعنی کہاں تک ہر ایک نے اپنے دائرہ اختیار میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے احکامات/ کتاب/دینِ اسلام کے اصول وضوابط کے مطابق زندگی گزاری۔

اسے کچھ یوں اللہ رب العزت نے فرمایا کہ:

"ہم نے آپ کو یعنی تمام انسانوں کو خلائف بنایا ہے۔ اور تمام انسانوں کو ایک

دوسرے پر فضیلت دی ہے۔یعنی انسانوں کی درجہ بندی کی ہے بحوالہ اختیارات کے۔تا کہ تمہیں آزمائیں کہ کون اپنے اپنے دائرہ اختیار/دائرہ کار/وسائل وذرائع ورزق میں جو ہم نے عطا کیے ہیں ہمارے قوانین/دینِ اسلام/ کتاب/ اصول وضوابط کے مطابق زندگی گزارتا ہے۔(یعنی تمام انسان اپنے چھوٹے سے چھوٹے یونٹ گھر سے لے کر محلّہ' گاؤں' ٹاؤن' شہر' صوبہ اور ملک تک اپنے اپنے دائرہ کار/اختیار کے مطابق مسئول ہیں۔قیامت کے روز ان سے پوچھا جائے گا)۔اسی صراطِ مستقیم کو درجِ ذیل قوانینِ وضوابط میں محدود کیا گیا ہے جنہیں اللہ رب العزت کی حدود و قیود کہا جاتا ہے۔جس میں سب سے اوّلیت رسول اللہ کے اسوۂ حسنہ کو حاصل ہے۔لہٰذا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی مقرر کردہ حدود/ قوانین وضوابط جسے شریعت کہا جاتا ہے وہ درج ذیل ہیں۔

ا۔اللہ رب العزت کا حکم ہے کہ طاغوت (نظامِ باطل و باطل پرست حکمرانوں) کا انکار کرو۔

۲۔ابلیس' شیطان کے نقشِ قدم (خطوات) پر نہ چلو۔

۳۔دینِ اسلام کو قبول کرو اور پورے کے پورے اس میں داخل ہو جاؤ۔

۴۔دینِ حق پر ایمان لاؤ گے تو پھر اللہ رب العزت کا مضبوط سہارا اور (قرآن سے نور) راہنمائی ملے گی۔

۵۔اللہ رب العزت کا دامن مضبوطی سے تھامنا یعنی **'اَطِیْعُوا اللّٰہ'** اللہ رب العزت کی اطاعت تم پر فرض ہے۔احکاماتِ الٰہی کی پابندی کرنا۔اللہ رب العزت سے بالغیب ڈرنا۔

۶۔تاحیات دینِ اسلام کے حدود/ قوانین وضوابط کی پابندی کرنا۔

۷۔دینِ اسلام (نظام)/ کتاب/ خلافت کی اقامت میں تفرقہ نہ ڈالنا۔(دین کے قیام میں اختلاف نہ کرنا)

۸۔تمام انبیاء ورسل کو ماننا اور رسول اللہ (محمد ﷺ) کی اطاعت اور مدد کرنا۔

۹۔اللہ رب العزت نے جو ذرائع و وسائل و رزق دیئے وہ اللہ کی حاکمیت کو قائم کرنے (قیامِ دین وخلافت) میں خرچ کرنا۔

۱۰۔لوگوں کی اکثریت کے کہنے' گمان' قیاس پر نہ چلنا ہے۔وہ تمہیں گمراہ کردیں گے۔

۱۱۔تیرا مرنا' جینا' نماز اور تمام مراسمِ عبودیت سب اللہ رب العزت کے دین / کتاب / خلافت کے قیام کے لیے ہیں۔یہی اللہ سبحانہ تعالیٰ کی عبادت ہے۔

۱۲۔اللہ رب العزت کا مجھے حکم ہے کہ سب سے پہلے میں اسلام میں داخل ہوجاؤں۔

۱۳۔ اللہ رب العزت نے عہد لیا تھا کہ صرف میری عبادت کرنا۔شیطان کی عبادت نہ کرنا' وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔(طاغوت سے اجتناب کرنا)

۱۴۔آپ کے رب ذوالجلال نے یہ پابندیاں اور حدود مقرر کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

(i) اللہ رب العزت کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ (یعنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں اللہ رب العزت کی کتاب/دین/خلافت قائم کرؤ اس کا انکار ہی شرک ہے)

(ii) والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرو۔ان کے سامنے اُف تک نہ کرو اور جھک کر رہو۔اور ان کے حق میں دعا کرتے رہو۔

(iii) اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو۔ہم تمہیں بھی رزق دیتے ہیں ان کو بھی دیں گے۔

(iv) بے شرمی و بے حیائی کی باتوں کے قریب بھی نہ جاؤ' خواہ کھلی ہوں یا چھپی۔

(v) کسی کی جان کو قتل نہ کرو جسے اللہ رب العزت نے حرام کیا ہے۔مگر حق کے ساتھ (نظامِ حق کے لیے) (خواہ یہودی' عیسائی' سکھ' ہندو ہو)

(vi) یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ مگر ایسے طریقہ سے جو بہترین ہو یہاں تک کہ وہ سنِ رشد کو پہنچ جائے۔

(vii) ناپ تول میں پورا انصاف کرؤ پیمانے سے دو تو پورا بھر کر دو اور تولو تو ٹھیک ترازو سے تولو یہ اچھا طریقہ ہے۔اور بلحاظِ انجام بھی بہتر ہے۔

(vii) رشتہ داروں کو ان کا حق دو، مسکین اور مسافروں کو ان کا حق دو۔فضول خرچی نہ کرو۔فضول خرچ شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔

(x) اگر حاجت مندوں' رشتہ داروں' مسکینوں اور مسافروں سے تمہیں کترانا ہو تو اس بنا پر

کہ ابھی تم اللہ رب العزت کی اس رحمت کو جس کے تم امیدوار ہو' تلاش کر رہے ہو تو انہیں نرم جواب دو۔

(xi) نہ اپنا ہاتھ گردن سے باندھ رکھو اور نہ اسے بالکل کھلا چھوڑ دو کہ ملامت زدہ اور عاجز بن کر رہ جاؤ۔ (یعنی کنجوسی اختیار کرو اور نہ ہی سب کچھ لٹا دو)

(xii) زنا کے قریب نہ جاؤ۔ وہ بہت برا فعل ہے اور بڑا ہی بُرا راستہ ہے۔

(xiii) کسی ایسی چیز کے پیچھے نہ لگو جس کا تمہیں علم نہ ہو۔ یقیناً آنکھ' کان اور دل سب سے باز پرس ہونی ہے۔

(xiv) زمین میں اکڑ کر نہ چلو' تم نہ زمین کو پھاڑ سکتے ہو اور نہ پہاڑ کی بلندی کو پہنچ سکتے ہو۔

(xv) جب بات کہو انصاف کی کہو خواہ معاملہ اپنے رشتہ دار ہی کا کیوں نہ ہو۔

(xvi) اللہ رب العالمین کے عہد کو پورا کرو (یعنی اللہ کی حاکمیت/ دین / کتاب/ خلافت / قوانین وضوابط کو قائم کرو)

درج بالا امور کے سیئات کے پہلو اللہ سبحانہ تعالیٰ کے نزدیک مکروہ (ناپسندیدہ ترین) ہیں۔

دوسرے الفاظ میں اللہ رب العزت کے درجِ بالا قوانین وضوابط کا انکار/ یا ان کا راستہ روکنا اللہ تعالیٰ کو برداشت نہیں ہے۔ لٰہذا خبردار! اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے کو معبود نہ بنانا۔ (یعنی کسی اور کے قوانین / آئین خود ساختہ اپنی زندگی میں قائم اور نافذ نہ کرنا) ورنہ جہنم میں ڈال دیے جاؤ گے' ملامت زدہ اور ہر بھلائی سے محروم کر دیا جائے گا۔ یہ حکمت کی باتیں تمہیں اللہ رب العزت نے ہدایت کی ہیں۔ یہی صراطِ مستقیم ہے۔ لٰہذا تم اسی پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو کہ وہ رب العزت کے راستے سے ہٹا کر تمہیں گمراہ کر دیں گے۔ یہ ہے وہ ہدایت جو ہمارے رب العالمین نے تمہیں کی ہے۔ شاید کہ تم کج روی/ گمراہی سے بچو۔ یہی صراطِ مستقیم ہے۔ اور یہی روڈ میپ ہے۔ جو ہم نے بلکہ پوری انسانیت نے اختیار کرنا ہے۔

اهدنا الصراط المستقيم زبان سے ادا کر کے اللہ رب العزت سے ہدایت وراہنمائی کی استدعا کرتے ہیں کہ یا اللہ بزرگ و برتر آپ ہی ہمیں راہنمائی فرما دیں کہ کس طرح آپ کی عبادت (حاکمیتِ الٰہی' دین وخلافت قائم) کریں۔

بندے اللہ کے، زمین اللہ کی، مرضی بھی اللہ کی

اور......اسی حق کی گواہی ہر مسلمان کی زندگی کا مقصد ہے

......زبیر منصوری

آج کچھ گزارشات آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں اور یہ محض کسی دینی موضوع پر ایک تحریر نہیں، نہ ہی یہ محض ایک بھلائی کی بات ہے کہ جیسی باتیں ہم سنتے ہی رہتے ہیں۔ یہ بات دراصل ہماری زندگی کی اہم ترین حقیقت، ہماری زندگی کے مقصد کے بارے میں ہے اور مجھے پورا یقین ہے کہ اگر قارئین نے اس بات کو خالی ذہن اور جذب کر لینے والے دل کے ساتھ سن لیا، تو ان شاء اللہ ان کی زندگی میں کچھ نہ کچھ بنیادی تبدیلیاں ضرور آ جائیں گی۔ وہ یہ بات پڑھنے اور سننے کے بعد پہلے جیسے نہیں رہ سکیں گے۔ اس بات سے ان کے دل و دماغ کی دنیا میں ایک طوفان برپا نہ ہو؟ یہ ممکن نہیں، اس لیے کہ ان سطروں میں جو بات میں آپ کی خدمت میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی باتوں کی روشنی میں پیش کرنے جا رہا ہوں وہ اتنی طاقت ور، بھرپور اور جان دار ہے کہ اندر تک جھنجھوڑ دینے کی پوری صلاحت رکھتی ہے، بس ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ اس دوران آنے والے خیالات اور سوالات کو بات مکمل ہونے تک ایک طرف رکھ دیں۔ ہمیں یقین ہے آپ اس درخواست پر کم از کم کچھ دیر کیلئے عمل ضرور کریں گے۔

دو بنیادی سوالات: مسلمان کون؟ اسلام کیا؟

میں جب اپنی دینی موضوعات پر ہونے والی ورک شاپس کے دوران یہ سوال پوچھتا ہوں، تو عموماً اس کا جواب یہ ہوتا ہے کہ مسلمان وہ ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات تسلیم کرلے، جو سر تسلیم خم کر دے، جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں، جو اللہ کو مانے اور اللہ کی مانے وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب باتیں بالکل درست مگر میں چاہتا ہوں کہ آج ہم اس

نہایت اہم لفظ کو ایک مختلف انداز سے سیکھیں اور وہ مختلف انداز یہ ہے کہ مسلمان دراصل وہ ہے جو اللہ کی طرف سے عائد کردہ ذمہ داریوں کو رضا کارانہ طور پر قبول کر لے۔ گویا مسلمان کا دین خود اختیار کردہ ہے اور جس طرح ایک عیسائی کا بیٹا عیسائی' ایک ہندو کا بیٹا ہندو' ایک یہودی ماں کا بیٹا یہودی ہوتا ہے' اسی طرح محض ایک مسلمان کا بیٹا ہونا کسی شخص کے اسلام کیلئے کافی نہیں۔ بلکہ مسلمان وہ ہے جو پورے شعور کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی عائد کردہ ذمے داریوں کو قبول کرتا ہے' وہی مسلمان ہوسکتا ہے اور اسلام دراصل ذمے داریوں کے اس پیکج (مجموعے) کا نام ہے جسے ہم سوچ سمجھ کر زندگی بھر کیلئے قبول کرتے ہیں اور اسی لیے ''اسلام'' محض ایک مذہب نہیں' بلکہ دراصل ایک ''دین'' ہے۔ اس لیے کہ مذہب تین چیزوں عقائد' عبادات' رسومات کے مجموعے کا نام ہے جبکہ دین چھ چیزوں' تین مذہب والی اور نظامِ معاشرت' نظامِ سیاست اور نظامِ معیشت کے مجموعہ کے نام ہے۔ گویا مسلمان اس اصول کے تحت اسلام کے اس پورے پیکج کو پورے شعور کے ساتھ قبول کر کے مسلمان ہوئے الحمداللہ۔

ذمے داریاں کیا ہیں؟

میرا اگلا سوال یہ ہے کہ آخر وہ ذمے داریاں کیا ہیں؟ جو اسلام کے پیکج کا حصہ ہیں؟ کیا محض ایمان لانا؟ اگر کوئی شخص کہے کہ میں اللہ و رسول ﷺ' آخرت' آسمانی کتابوں' فرشتوں سمیت تمام عقائد پر ایمان لایا مگر وہ سخت سردیوں میں فجر کی نماز پڑھنے سے انکار کر دے' کیا ایسا شخص مسلمان کہلائے گا؟ گویا ایمان کے ساتھ عبادات (مراسمِ عبودیت) بھی ضروری ہیں۔ اور پھر ایک ایسا شخص' جو عبادات کیلئے بھی تیار ہو جاتا ہے' مگر وہ کہتا ہے کہ ''میں اسلام کے معاشی نظام کو نہیں مانتا' میرا کاروبار سود پر چلتا ہے اس لیے میں تو سود نہیں چھوڑوں گا'' کیا آپ اسے مسلمان تسلیم کر لیں گے؟ اسی طرح اسلام کے نظامِ اخلاقیات اور نظامِ معاشرت (نکاح' طلاق' وراثت وغیرہ) کو تسلیم کرنے سے انکار کرنے والا' کیا مسلمان ہوسکتا ہے؟ یا پھر اگر وہ ایمان' عبادات' معاملات' اخلاقیات اور معاشرت پر ایمان لانے' ان پر عمل کرنے کا عہد کر لیتا ہے تو کیا اسلام کا

پیکج مکمل ہو جائے گا۔ بس؟ مزید تو کچھ کمی نہیں؟ اسلام کی کوئی اور ضروری ذمے داری اور تقاضا تو باقی نہیں رہ گیا؟ جی ہاں ایک بہت اہم اور بڑی ذمے داری اور بھی ہے جو اسلام کے پورے پیکج کا حصہ ہے‘ جسے قبول اور پورا کیے بغیر مسلمان ہونے کا دعویٰ مکمل نہیں ہو سکتا‘ وہ ذمہ داری کیا ہے؟

حق کی گواہی‘ ذمے داری کیا ہے؟

فرض کریں‘ کسی کے گھر اچانک چند بدمعاش اور غنڈے آ دھمکتے ہیں اور گھر کے مالک کو باہر نکال کر اسلحے کے زور پر دھمکاتے ہوئے کہتے ہیں کہ ’’اس گھر سے نکل جاؤ‘ اب یہ ہمارا ہے۔ اس گھر کے رہنے والے آئندہ ہماری بات مانیں گے۔ ہمارا حکم چلے گا‘‘۔ خدانخواستہ ایسی صورتِ حال پیدا ہو جائے تو ہمارا طرزِ عمل کیا ہوگا؟ کیا ہم اپنے گھر اور اہلِ خانہ کو ان کے حوالے کر کے خود جان بچا کر چلے جائیں گے؟ یا ہم اس صورتِ حال کا مقابلہ کر کے اپنے گھر اور گھر والوں کو بچانے کی کوشش کریں گے؟ یقیناً ایک غیرت مند آدمی اپنی جان پر کھیل کر اپنے اہلِ خانہ کو بچانے کی کوشش کرے گا۔ اب ذرا دل تھام کر میری بات سنیے۔ یہ میری اس تحریر کا اہم ترین اور مرکزی نکتہ ہے۔ ذرا ایمانداری سے سوچ سمجھ کر پورے شعور کے ساتھ جواب دیجیے کہ جس زمین پر ہم رہتے ہیں یہ کس کی ہے؟ اس زمین پر جو انسان بستے ہیں یہ کس کے بندے ہیں؟ اللہ کے ناں؟ تو کیا اللہ کی زمین پر‘ اللہ کے بندوں پر اللہ کی مرضی چل رہی ہے؟ کیا اس پر کوئی بہ زورِ قوت اپنی مرضی تو نہیں چلا رہا ہے؟ آپ مجھ سے اتفاق کریں گے کہ بہ حیثیت اجتماعی اللہ کی زمین پر اللہ کے بندوں پر اللہ کی نہیں‘ بلکہ شیطان کی مرضی چل رہی ہے؟ شیطان نے اس پر قبضہ کر رکھا ہے۔ سوال یہ ہے کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ کیا نعوذ باللہ‘ اللہ اپنی زمین اور اپنے بندوں پر اپنی مرضی نہیں چلوا سکتا؟ ہرگز نہیں‘ وہ یقیناً اس کی قوت اور اختیار رکھتا ہے۔ وہ محض ایک لفظ ’’کن‘‘ کے ذریعے ایک سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں یہ کر سکتا ہے مگر وہ ایسا نہیں کر رہا؟ آخر کیوں؟ تو اس کا سیدھا سادہ جواب یہ ہے کہ اس لیے کہ اس کام کی ذمے داری ہم نے قبول کی تھی! یہ دراصل اسلام کے اس پورے پیکج کا حصہ ہے جسے ہم نے رضا کارانہ طور پر قبول کیا تھا کہ اے اللہ! ہم تیری زمین اور

تیرے بندوں پر تیری مرضی چلانے کی کوشش و جدو جہد کریں گے۔ اس کام کیلئے اللہ کے نبی دنیا میں بھیجے گئے اور یہی دراصل امتِ مسلمہ کے قائم کیے جانے کا مقصد ہے کہ پوری امت نہ صرف یہ کہ ساری دنیا کے سامنے اس بات کی گواہی دے کہ یہ زمین اللہ کی ہے' یہ بندے اللہ کے ہیں' اس پر مرضی بھی اس کی چلنی چاہیے' بلکہ اس کیلئے عملی جدوجہد بھی کرے۔

اگر آپ بغور جائزہ لیں تو آپ کو خود اندازہ ہو جائے گا کہ اسلام دراصل آیا ہی اس لیے ہے کہ زمین پر اللہ کی مرضی چل سکے اور اسلام کی ساری ایمانیات' عبادات' معاملات وغیرہ دراصل ایک تربیت کا حصہ ہیں' جس کے ذریعے ایک بندۂ مومن کو تیار کیا جاتا ہے تا کہ وہ سارے امکانات بروئے کار لا کر اللہ کی زمین اور اس کے بندوں پر اللہ کی مرضی چلانے کا کام کر سکے۔

یہ ذمے داری کس نے اور کہاں لگائی؟

سوال یہ ہے کہ کیا امتِ مسلمہ کا یہ مقصد محض کسی عالم' کسی دانشور یا مفتی صاحب کا فلسفہ ہے یا اس کا کوئی ثبوت قرآن و حدیث سے بھی ملتا ہے؟ آیئے' قرآن سے اس ضمن میں رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔ تاہم اس سے پہلے میں یہ عرض کر دوں کہ یہ بات آج جب قرآن و حدیث سے ثابت ہو کر ہمارے سامنے آ جائے گی تو پھر یہ ایک بہت بڑی ذمے داری اور جواب دہی کا مرحلہ بن جائے گا کہ کیا میں اور آپ اس ذمے داری کو پورا کر رہے ہیں یا پھر ہم نے اسلام کو دین کی بجائے محض مذہب سمجھ کر چند عبادات' ایمانیات' اخلاقی معاملات اور معاشرتی اصولوں کا مجموعہ سمجھ لیا ہے اور اس پر مطمئن ہو کر سو رہے ہیں۔ سورۃ البقرۃ کی 143 ویں آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اور اسی طرح تو ہم نے تمہیں امتِ وسط بنایا تا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور رسول ﷺ تم پر گواہ ہوں" کس بات کے گواہ؟ اسی دین کے گواہ' پورے نظامِ زندگی کے گواہ' اس بات کے گواہ کہ "لوگو! یہ زمین اللہ کی ہے۔ یہ بندے اللہ کے ہیں' اس پر مرضی بھی اللہ کی چلنی چاہیے"۔ ایک دوسری آیت ملاحظہ فرمایئے "اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ کے واسطے راستی کی گواہی دینے والے بنو" (المائدہ:8)۔ اس کے واضح مخاطب ایمان والے ہیں' یعنی میں اور آپ۔ اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ ہمیں مشورہ نہیں دے

رہا، محض کوئی بات نہیں بیان فرما رہا، بلکہ عربی گرائمر کی رو سے یہ حکم کا صیغہ ہے ''کونوا'' بنو۔ حکم ہے تمہیں بننا پڑے گا، ایسا ہی کرنا پڑے گا۔ ایک اور آیت دیکھئے، قرآن ایسی آیات سے بھرا پڑا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہو گا جس کے پاس اللہ کی طرف گواہی ہو اور وہ اسے چھپائے'' (البقرۃ: 140)۔ سخت تنبیہ کے الفاظ ہیں۔ اللہ خود ایسے ہر شخص کو ظالم قرار دے رہا ہے جو اللہ کی طرف سے دنیا بھر کے سامنے حق کی گواہی دینے کی بات سن کر، جان کر، سمجھ کر، اس پر ایمان لا کر، اسے مان کر پھر مجرمانہ طور پر خاموش رہا اور اسے چھپا کر بیٹھ گیا، انسانوں تک اسے نہیں پہنچایا۔ ہم سے پہلے یہ ذمے داری یہودیوں نے اپنے سر لی تھی۔ وہ اپنے دور کی امتِ مسلمہ تھے مگر انہوں نے یہ ذمہ داری پوری نہیں کی، تو کیا اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا؟ نہیں، قرآن کہتا ہے: ''ذلت وخواری، پستی اور بدحالی ان پر مسلط کر دی گئی اور وہ اللہ کے عذاب میں گھر گئے'' (البقرۃ: 61)۔ قرآنِ کریم اللہ کے ان فرمانوں سے بھرا پڑا ہے جن میں وہ ہمیں ہماری اصل ذمے داری یاد دلاتا ہے۔ بار بار توجہ دلا رہا ہے کہ دیکھو میں نے تمہیں ساری دنیا کے سامنے ''حق کی گواہی'' (شہادت علی الناس) کیلئے بھیجا ہے۔ اور حق کی گواہی کیا ہے؟ وہ یہ کہ زمین اللہ کی ہے، یہ بندے اللہ کے ہیں، اس پر مرضی بھی اللہ کی چلنی چاہیئے، بالکل اسی طرح جیسے کہ گھر آپ کا ہے، اہلِ خانہ آپ کے ہیں تو آپ کا حق ہے وہاں آپ کی مرضی کے مطابق چیزیں ہوں۔ اس طرح اللہ کا حق ہے کہ ہم اس کے حق میں گواہی دیں کہ یہ زمین اور یہ بندے اس کے ہیں اور اس پر مرضی بھی اس کی چلنی چاہیے۔

حق کی گواہی کی اہمیت

اگلا اور اہم سوال یہ ہے کہ آخر اس ''حق کی گواہی'' کی کیا اہمیت ہے کہ اس کیلئے اللہ تعالیٰ نے اتنی ساری آیات نازل کیں؟ اس مقصد کے لیے اتنے سارے نبیؑ بھیجے؟ ڈیڑھ ارب کی تعداد میں امتِ مسلمہ کو اسی کام پر لگا دیا۔ یہودیوں نے یہ کام نہ کیا تو اس غفور الرحیم رب نے انہیں معاف نہیں کیا۔ بلکہ سخت اور صدیوں پر محیط طویل سزا دی، صحراؤں میں بھٹکنے کیلئے چھوڑ دیا۔ آخر کیوں؟ اس سوال کا جواب ہماری آج کی اس تحریر کا اہم ترین نکتہ ہے اور اگر ہمیں یہ بات سمجھ میں آ

گئی کہ آخر ہم پر یہ ذمے داری کیوں ڈالی گئی ہے تو مجھے یقین ہے کہ اس کے بعد ہماری زندگی میں کچھ بنیادی تبدیلیاں آ جائیں گی۔ مجھے یقین ہے کہ اس کیوں کا سبب جان لینے کے بعد یہ ممکن نہیں کہ ہمارے اندر حرکت پیدا نہ ہو‘ یہ ممکن نہیں کہ ہم اسی طرح پرسکون انداز میں زندگی گزارتے چلے جائیں اور ہمارے اندر اس ذمے داری کی جواب دہی کا احساس پیدا نہ ہو۔ یہ ساری آیات نبی کریم ﷺ کی آمد‘ امتِ مسلمہ کا قیام اس لیے کہ کل جب قیامت کے دن تمام انسانوں کی کامیابی وناکامی اور جنت ودوزخ کا انحصار اس بات پر ہوگا کہ ان تک اللہ کا پیغام پہنچا یا نہیں؟ تو اس موقع پر کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ ”اے اللہ! مجھے تو یہ بات کسی نے بتائی ہی نہ تھی“۔ قرآن خود کہتا ہے ”یہ سارے رسول خوش خبری دینے اور ڈرانے والے بنا کر بھیجے گئے تا کہ ان کو مبعوث کر دینے کے بعد لوگوں کے پاس اللہ پر کوئی حجت باقی نہ رہے“ (النساء:165)۔

تیزی سے کم ہوتی ہوئی مہلتِ عمل

اب ذرا چشمِ تصور سے دیکھیے کہ ساری انسانیت اللہ کے سامنے جمع ہے۔ شدید گرم دن ہے۔ لوگ اپنے اپنے اعمال کے فیصلے کے منتظر ہیں۔ شدید خوف اور بے چینی ہے۔ نہ جانے کس کے ساتھ کیا ہو؟ ایسے میں ایک شخص کو اللہ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے کہ کیسی زندگی گزار کر آئے اور وہ جواب دیتا ہے ”یا اللہ! مجھے تو کسی نے بتایا ہی نہیں کہ میری زندگی کا مقصد کیا ہے؟ مجھے تیرے سامنے پیش ہونا ہے؟ میرے اعمال کا حساب کتاب ہونا ہے؟ مجھے تو معلوم ہی نہیں تھا۔ یا اللہ! یہ تیرے مسلمان بندوں نے ہمیں تو کوئی پیغام نہیں پہنچایا تھا‘ ہمیں تو انہوں نے کچھ نہیں بتایا تھا کہ ہمیں تو نے کیوں پیدا کیا ہے؟“ ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر سوچیے‘ یہ شخص اگر ہم میں سے کوئی ہو یا ہمارے محلے‘ ہماری دکان کے قریب رہتا ہو‘ ہمارا فیس بک یا ٹویٹر فرینڈ ہو تو کیا اللہ ہم سے نہیں پوچھے گا کہ ”تم نے تو مسلمان ہوتے وقت یہ ذمے داری قبول کی تھی کہ میرے اس پیغام کو ہر شخص تک پہنچاؤ گے‘ اسلام کو جو اصل حق ہے اس حق کے گواہ بنو گے۔ پورے اسلام (عقائد‘ عبادات‘ رسوم ورواج‘ نظامِ معاشرت‘ نظامِ معیشت‘ نظامِ سیاست) کو ساری انسانیت تک پہنچاؤ گے۔ بندوں کو بندوں کی غلامی

سے نکال کر میری غلامی میں دو گے۔تم نے کیا کیا؟ تم اپنا وعدہ بھول گئے' اپنی ذمہ داری چھوڑ دی۔ ایسے مرحلے پر میرے اور آپ کے پاس کیا جواب ہوگا جس سے ہم اللہ کو مطمئن کر سکیں گے؟

معزز قارئین! جواب دہی کا یہ میدان جلد برپا ہونے والا ہے' اسرافیل صور ہاتھ میں تھامے کھڑے' بس اشارے کے منتظر ہیں۔ ہمارے پاس مہلت عمل بس بہت تھوڑی سی باقی ہے۔ ذرا سوچئے! پاکستان میں اوسط عمر 55 برس تھی۔ اب شاید 60 برس ہوگئی ہے۔ میں اگر عمر عزیز کے 45 برس گزار چکا ہوں تو میرے پاس بس زیادہ سے زیادہ 15 ہی برس کی مہلت ہے۔ اور یہ بھی ایک خوش فہمی ہے وگرنہ موت کب آن دبوچے' کسی کو کچھ خبر نہیں۔ اور پھر کل طبعی عمر کے بھی آخر کے برس تو بیماری اور دواؤں کی نذر ہی ہو جاتے ہیں۔ ہر فرد اپنا اپنا حساب کتاب کر لے تو کسی کے پاس کم اور کسی کے پاس کچھ زیادہ مہلت باقی ہے مگر یہ جلد ختم ہونے والی ہے۔ پھر کیوں نہ ہم زندگی کے ان چند برسوں کو اپنی ذمے داری کی انجام دہی میں صرف کر لیں اور اللہ کے پاس اس کے بدلے میں ہمیشہ ہمیشہ کی نعمتیں پا لیں۔

دل موہ لینے والا انعام

قرآن میں اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ ''جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں گے اللہ ان کو نبیوں' صدیقین' شہداء اور صالحین کے ساتھ جنت میں رکھے گا''۔ آپ کو معلوم ہے یہاں شہداء سے کیا مراد ہے؟ یقیناً وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں اپنا سر کٹوا دیں۔ مگر یہاں شہید سے مراد وہ شخص بھی ہو سکتا ہے جو شہادتِ حق (حق کی گواہی) دینے کا کام کرتے کرتے دنیا سے رخصت ہوا ہو' یا وہ اپنی زندگی اللہ کی زمین پر' اللہ کے بندوں پر اور اللہ کی مرضی چلانے کے کام میں لگا کر کھپا کر آیا ہو۔ یہ شخص بھی دراصل شہید ہے اور اللہ اسے جنت میں نبیوں اور صدیقین کے ساتھ جگہ عطا فرمائے گا۔ اب بھلا چشمِ تصور سے دیکھئے کہ یہ کتنی بڑی خوش قسمتی ہوگی کہ آپ اور میں ایک روز جنت میں اپنے محل میں صبح بیدار ہوں اور دیکھیں کہ سامنے سے حضرت ابوبکر صدیقؓ تشریف لا رہے ہیں ہماری آنکھوں کو یقین ہی نہ آئے کہ ہم یہ کیا منظر دیکھ رہے ہیں۔ ہم آگے بڑھ کر ان کی قدم بوسی کیلئے حاضر ہوں اور وہ ہمیں اپنے سینے سے لگا لیں اور فرمائیں کہ اچھا تم وہ 2015ء کے

امتی ہو جس نے اس وقت شہادتِ حق (حق کی گواہی) کا کام کیا تھا اور اللہ کی زمین پر اللہ کے بندوں پر اللہ کی مرضی چلانے کی جدوجہد کرتے رہے تھے۔ شاباش! اب ہم ہمیشہ یہاں جنت میں ساتھ رہیں گے' آؤ میں نبئ مہربان ﷺ کی خدمت میں حاضری کیلئے جا رہا ہوں' ہم ناشتہ ساتھ کریں گے تم بھی میرے ساتھ چلو اور وہ میرا ہاتھ تھام کر ہمیں آقا ﷺ کی طرف لے چلیں گے۔ ہمارا دل خوشی سے بلیوں اچھل رہا ہو کہ آقا ﷺ کی زیارت کا شرف ملنے جا رہا ہے' ان کے ساتھ وقت گزارنے اور ناشتا کرنے کا موقع ہے' اس سے بڑا اعزاز بھلا کیا ہو گا اور پھر آقا ﷺ کی محفل میں پہنچیں تو ہمارے شرف اور اعزاز کا کوئی ٹھکانہ نہ رہے کہ آقا ﷺ خود ہمیں گلے لگا لیں' ماتھے پر بوسہ دیں' ہمیں دیکھ کر تبسم فرمائیں اور ارشاد ہو کہ "ہاں تم میرے امتی ہو' تم نے میرے کام کو آگے بڑھایا تھا۔ تم نے میری سنت پر عمل کرتے ہوئے رب کی زمیں پر رب کے بندوں پر ان کی مرضی چلانے کی جدوجہد کی تھی۔ شہادتِ حق (حق کی گواہی) کا کام کیا تھا۔ شاباش! اب ہمیشہ ہمیشہ کی آسائش اور میری رفاقت تمہارا انعام ہے"۔ یہ چشمِ تصور کا واقعہ حقیقت میں بدل سکتا ہے اگر ہم اپنی اس مختصر سی زندگی کے چند برس اپنی اس ذمے داری کی انجام دہی میں لگا دیں۔

حق کی گواہی کا کام' مگر کیسے؟

یہ کام دو طریقوں سے کیا جانا ہے۔ ایک قول سے' دوسرا اپنے عمل سے۔ قول کے ذریعے سے کیسے؟ زبان اور قلم کے ذریعے' کی بورڈ اور ٹچ اسکرین کے ذریعے' سمجھانے اور بات کو دلوں میں بٹھا دینے (Effective Communication) کے تمام طریقے اختیار کر کے یہ کام کرنا ہو گا۔ یہ صرف تقریروں اور تحریروں ہی سے نہیں' بلکہ زندگی کے تمام شعبہ جات میں اس کام کو انجام دینا ہو گا۔ معاشرے اور انسانوں کے نقطہ نظر اور اعتقادات کو مسلمان کرنا ہے۔ کلچر اور تمدن کو اسلامی بنانا ہو گا۔ سیاست' معیشت' معاشرت' اخلاق اور انسانوں کے درمیان جتنے معاملات ہیں ان ہی کو اسلام کے رنگ میں رنگنا ہو گا۔ لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلمان ہونا۔

کس جذبے سے یہ کام کرنا ہوگا

یہی نہیں، بلکہ اس کام کیلئے وہی جذبہ پیدا کرنے کی کوشش کرنی ہوگی جس سے اللہ کے رسولوں نے یہ کام کیا تھا۔ وہ جذبہ جو میرے نبی مہربان ﷺ کو طائف لے گیا تھا۔ وہ جذبہ جس نے ان سے حضرت زیدؓ کے ساتھ تین دن کے پہاڑی علاقے کا دشوار گزار سفر طے کروایا تھا اور عین اس برس یہ کام کروایا تھا جب آپ ﷺ کے دو قریب ترین عزیز، محبت کرنے والی اہلیہؓ اور چچا جناب ابو طالب دنیا سے رخصت ہو گئے تھے اور آپ ﷺ نے اس برس کو اپنے لیے غم کا سال قرار دیا تھا، وہ جذبہ درکار ہے جس نے میرے نبی ﷺ کو سردارانِ طائف کے طعنے سننے کیلئے تیار کر دیا تھا، وہ جذبہ جو کئی دن آپ ﷺ کو طائف میں رہ کر جدوجہد پر آمادہ کرتا رہا، وہ جذبہ جس نے طائف کے تین میل طویل بازار میں آپ ﷺ کو اوباش لڑکوں کے پتھر کھانے پر آمادہ کر دیا تھا، ان کے نازیبا کلمات سننے اور خاموش رہنے پر تیار کر دیا تھا۔ (سیرت نگار لکھتے ہیں کہ آپ ﷺ کو شدید تکلیف سے گزرنا پڑا تھا اور وہ ظالم آپ ﷺ کی ایڑیوں اور ٹخنوں پر پتھر برسا رہے تھے اور آپ ﷺ آگے آگے چلتے جا رہے تھے حتیٰ کہ اس شدید پتھراؤ سے بچنے کیلئے آپ ﷺ زمین پر بیٹھ جاتے تھے تو وہ لڑکے آپ ﷺ کو بازوؤں سے پکڑ کر اٹھا دیتے تھے اور پھر پتھر مارتے تھے حتیٰ کہ آپ ﷺ کے جوتے مبارک خون سے بھر گئے اور اس قدر خون بہنے سے آپ ﷺ پر نقاہت طاری ہونے لگی تھی اور آپ ﷺ ایک باغ میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے تھے) میرے نبی مہربان ﷺ نے یہ ذہنی، جسمانی اور جذباتی اذیت اپنے لیے برداشت نہیں کی تھی۔ آپ ﷺ اپنی ذاتی حیثیت میں تو سردارِ مکہ کے پوتے، ایک متمول تاجر اور ایک معزز انسان تھے اور کوئی سوچ نہیں سکتا تھا کہ انہیں تکلیف دے مگر تکلیفیں تو آپ ﷺ نے حق کی گواہی کے اس کام کیلئے اٹھائیں اور اب مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے نبی ﷺ کی پیروی میں اسی جذبے کے ساتھ اس کام کو سرانجام دیں۔ پھر جذبے کے ساتھ ساتھ اس کام کو زندگی کے ہر کام میں شامل کر لیں۔ آپ کسی بھی پروفیشن سے تعلق رکھتے ہوں، سوچیں کہ اس کے اندر اس کو کیسے شامل کر سکتے ہیں۔ ذرا سوچئے! اگر میں آپ کو اپنے گھر کھانے پر بلاؤں اور دن کا بچا کھچا کھانا پیش کر دوں تو کیا آپ کھا لیں گے یا اسے اپنی توہین سمجھیں گے؟ اب ذرا سوچیں ہم اگر اپنی بہترین صلاحیتیں، وسائل اور وقت اور توانائی اپنے لیے، اپنے گھر، فیملی اور بچوں کیلئے استعمال کریں اور بچا کھچا وقت، بچے کھچے وسائل اور صلاحیت

اللہ کے دین کیلئے استعمال کریں تو کیا اللہ ہم سے خوش ہوگا؟ یقیناً نہیں‘ لیکن افسوس ہم روز یہی کر رہے ہیں مگر اس کے باوجود وہ ہمیں معاف کر رہا ہے۔ اس لیے کہ وہ ہمارا انتظار کر رہا ہے‘ وہ ہم سے پیار کرتا ہے‘ وہ چاہتا ہے کہ ہم جلد لوٹ آئیں اور پورے خلوص اور وفاداری کے ساتھ لوٹ آئیں اور اس کے ساتھ ایمان لا کر جو تجارت ہم نے کی ہے اس تجارت میں اپنے حصے کی جو کمٹمنٹ ہے وہ پوری کریں۔

عمل سے حق کی گواہی

اپنی زبان کے بعد دوسری چیز اپنے عمل سے اس کام کو پورا کرنا ہے‘ وہ کیسے؟ وہ ایسے کہ لوگ ہم سے حق کی گواہی پر تقریریں نہ سنیں بلکہ ہمارے عمل میں اس کو دیکھیں اپنے رویے کی مٹھاس سے ہمارے مقصدِ زندگی کو پہچانیں اور اس سے متاثر ہوں۔ پھر اپنی ذات سے آگے بڑھتے ہوئے ہمارے گھر‘ ہماری دکانیں‘ ہمارے کارخانے سب اسی حق کی گواہی کی خوشبو سے مہکیں‘ ہمارا نظامِ تعلیم‘ نظامِ معیشت‘ نظامِ معاشرت‘ نظامِ سیاست‘ صحافت اور قانون سب اسی سے منور ہو جائیں۔ ہماری حکومت‘ مقننّہ‘ عدلیہ اور انتظامیہ سب اسی حق کے مطابق تشکیل پا جائیں اور اس کے دائرے میں آجائیں اور اس کے نتیجے میں اسلامی فلاحی ریاست وجود میں آجائے۔ یعنی اللہ کی زمین پر‘ اللہ کے بندوں پر اللہ کی مرضی چلنے لگے۔

کیا ہم یہ کام کر رہے ہیں

سوال یہ ہے کہ کیا آج امتِ مسلمہ اس حق کی گواہی دے رہی ہے؟ کیا ہمارا قول و عمل اس حق کے مطابق ہے جو میرے نبیؐ مہربان ﷺ لے کر آئے تھے؟ کیا ہمارے مسلمان اساتذہ باطل نظریات کی تعلیم تو نہیں دے رہے؟ ہمارے وکیل کافرانہ نظام کی وکالت تو نہیں کر رہے؟ ہمارے دانشور‘ صحافی اور اسکالرز حق کے علاوہ دیگر نظریات کے پیروکار تو نہیں؟ ہمارے سرمایہ دار‘ جاگیردار‘ صنعت کار‘ مزدوروں اور کسانوں کا خون تو نہیں نچوڑ رہے؟ ہمارے عوام محض اپنی ذات کے گرد کولہو کے بیل تو نہیں بنے ہوئے؟ بدقسمتی سے ہمیں یہ بتایا جاتا ہے کہ مسلمانوں کا یہ حال اس لیے ہے کہ ان کا نظامِ تعلیم ٹھیک نہیں‘ ان کا نظامِ سیاست خراب ہے‘ ان کی اکانومی ان کی بربادی کا سبب ہے۔ یہ سب صرف مظاہر (Off Shoots) ہیں اصل مسئلہ یہ ہے کہ امتِ مسلمہ نے اپنا مقصدِ وجود بھلا دیا ہے۔

آیئے نبی محترم ﷺ کی اس سنت کو زندہ کریں

آج بھی اگر ہم ایک بار اپنا فرضِ منصبی پہچان کر حق کی گواہی کا کام شروع کر دیں، اپنی ذمے داری کا احساس کریں، اپنے قول و عمل کو اس حق کے مطابق ڈھال لیں اور اس کام کیلئے اجتماعی جدوجہد کریں تو ماضی کی طرح ایک بار پھر دنیا اسلام کی شوکت وعظمت کے مناظر دیکھ سکتی ہے۔

حق کی گواہی کیلئے منظّم جدوجہد

آخری بات یہ ہے کہ یہ کام امتِ مسلمہ کو اکیلے نہیں بلکہ متحد اور منظّم ہو کر کرنا ہوگا۔ نبیِ مہربان ﷺ نے فرمایا: ''میرے رب نے مجھے پانچ باتوں کا حکم دیا ہے 1- جماعت 2- سمع 3- طاعت 4- ہجرت 5- اللہ کی راہ میں جہاد''۔ آپ ﷺ نے مزید فرمایا: ''جو شخص جماعت سے بالشت بھر بھی الگ ہوا اس نے اسلام کا حلقہ اپنی گردن سے اتار پھینکا الا یہ کہ وہ دوبارہ اسلام کی طرف لوٹ آئے اور جس نے جاہلیت (افتراق وانتشار) کی دعوت دی، وہی جہنمی ہے'' صحابہؓ نے عرض کیا ''اگر چہ وہ نماز پڑھے اور روزہ رکھے''۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں! اگر چہ وہ روزہ رکھے، نماز پڑھے اور اپنے مسلمان ہونے کا دعویٰ کرے''۔ (الحدیث)

ذمے داری کا احساس اور نبیِ محترم ﷺ کے آنسو

گویا امتِ مسلمہ، میرا اور آپ کا مقصدِ زندگی اس حق (اسلام) کو پوری انسانیت تک پہنچانا اور اپنے قول و عمل سے اس کی گواہی دینا ہے اور اس کی تکمیل یہ ہے کہ اللہ کے بندوں پر، اللہ کی زمین پر اللہ کی مرضی چلنے لگے۔ یہ کام منظّم جدوجہد سے کیا جائے تو آج بھی اسلام دیگر تمام نظام ہائے زندگی اور تہذیبوں پر غالب آ سکتا ہے اور اگر ہم نے اپنے اس مقصدِ زندگی کو نہ سمجھا اور نہ جانا تو کل اللہ کے سامنے جواب دہی کے میدان میں ہمیں اپنا جواب سوچ لینا ہوگا کیوں کہ حق کی گواہی کے اس کام کی ذمے داری کا احساس تو میرے نبیِ محترم ﷺ کی آنکھوں کو آنسوؤں سے لبریز رکھتا تھا۔ جب حضرت عبداللہ بن مسعودؓ آپ ﷺ کو قرآن سناتے ہوئے اس آیت تک پہنچے کہ ''اس وقت کیا ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور تمہیں ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے'' (النساء: 41) تو نبی مہربان ﷺ بول اٹھے: ''عبداللہ بس کرو'' اور جب انہوں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو چہرہ آنسوؤں سے تر تھا...... یہی میرے نبی ﷺ کی آمد کا مقصد ہے اور یہی ان کی سب سے بڑی سنت بھی۔

معاشی ومعاشرتی ترقی اوراسلام

......ڈاکٹرساجدخاکوانی

انسان جنم لیتے ہی سب سے پہلے اپنے معاشی مسئلے کا چیخ چیخ کر اظہار کرتا ہے۔ وہ یہ نہیں کہتا کہ میں ننگا ہوں مجھے کپڑے پہناؤ یا میں کسی مذہب میں داخل ہوتا ہوں مجھے کلمہ پڑھاؤ یا نہ ہی وہ اپنے دوست، دشمن، خالق، مالک اور رازق کے بارے میں استفسار کرتا ہے اور نہ ہی وہ اپنی نسل رنگ اور زبان وغیرہ کے بارے میں آگاہی چاہتا ہے بلکہ اس کا سب سے پہلا، سب سے زورآور اور سب سے بنیادی تقاضا اس کا پیٹ ہوتا ہے، جس کے بھر جانے پر وہ اپنے گردونواح سے بے خبر نیند کی آغوش میں اس طرح پہنچ جاتا ہے کہ پھر معاشی مسئلہ ہی اسے اس نیند سے بیدار کرتا ہے۔ گویا معاش اور معاشرہ انسان کی وہ ضرورتیں ہیں جنہیں ذات باری تعالیٰ نے کمال رحمت سے نومولود کی آمد سے قبل ہی پورا کر دیا ہے۔ انسانیت ان دونوں عناصر کے بغیر نہ صرف نامکمل ہے بلکہ انسان کا وجود ہی انہی دونوں کا مرہون منت ہے۔ بچپن، لڑکپن، آغاز، شباب، ادھیڑپن اور پھر بڑھاپے کی تمام منزلوں میں انسان پہلے سے زیادہ اور مزید زیادہ تر ان دونوں عناصر کا محتاج ہوتا چلا جاتا ہے۔ اسے معاشی اور معاشرتی ترقی کے لیے اپنا انسانی کردار ادا کرنا ہے جس کو قدرت الٰہیہ نے بڑی خوبصورتی سے ماں کی مامتا اور باپ کی شفقت کے استعاروں میں ڈھانپ دیا ہے۔ اگرچہ جانور کے ہاں بھی مامتا کا یہی کردار ہے لیکن جانوروں کے ہاں اکثر نسلوں میں باپ کا کوئی کردار نہیں ہوتا بلکہ بعض اوقات تو ماں اپنے بچوں کو نر جانور سے چھپاتی پھرتی رہتی ہے۔ اس کے مقابلے میں انسان کے ہاں باپ کا کردار نسل کی پرورش پر محیط ہے، جس کا بہت بڑا حصہ معاش سے تعلق رکھتا ہے یعنی باپ اپنے قبیلے کی معاشی کفالت کا ذمہ دار ہوتا ہے۔

معاشی ترقی اور معاشرتی ترقی کو جدا نہیں کیا جاسکتا، جو معاشرہ معاشرتی ترقی سے ہم آہنگ ہوگا وہیں معاشی ترقی بھی ہوگی اور جہاں معاشی ترقی ہوگی وہیں معاشرتی ارتقا بھی جنم لے سکے گا۔ انفرادی سطح پر یہ ایسے ہی ہے جیسے پیٹ بھرے گا تو انسان کام کر سکے گا اور اگر انسان کام کرے گا تو پیٹ بھر سکے گا۔ معاش کو معاشرے سے اور معاشرے کو معاش سے اسی طرح علیحدہ نہیں کیا جاسکتا جیسے انسان کو اس کے پیٹ سے علیحدہ نہیں کیا جاسکتا۔ اگر

معاشرتی اقدار ڈھیلی پڑ جائیں گی تو معاش بری طرح متاثر ہوگی اور اسی طرح معاشی اقدار اگر زوال پذیر ہوئیں تو معاشرے کی بنیادیں کھوکھلی ہوتی چلی جائیں گی۔ معاشرتی اور معاشی حقائق کو جاننے کے لیے انسان نے ہر سطح پر بہت کوششیں کی ہیں۔ بہت نچلے طبقے میں دو وقت کی روٹی اور عزت کی چھت کے حصول کو تمام مسائل کا حل سمجھا جاتا ہے‘ یوں درجہ بدرجہ ہر سطح پر لوگوں کی فکر ایک بہاؤ کے ساتھ پروان چڑھتی ہے۔ انسانی اعلیٰ دماغوں نے ان مسائل کو حل کرنے کے لیے مختلف نظام ہائے فکر و عمل بھی پیش کیے۔ سیکولر یورپی دانشوروں میں سے کسی نے انسان کو معاشی جانور کہا ہے اور کسی نے معاشرتی جانور اور کسی نے تو جنسی جانور تک بھی کہا ہے اور ڈارون کے کیا کہنے جس نے انسان کو جانوروں کی نسل ہی قرار دے دیا۔

سوشلزم‘ کیمونزم‘ فاشزم‘ کیپٹل ازم‘ لبرل ازم‘ سیکولرازم‘ ہپی ازم‘ اتھیسٹس اور ملوکیت و جمہوریت و رہبانیت و برہمنیت وغیرہ یہ سب انسانی فکر و دانش کے وہ ناکام تجربات ہیں جن کی آزمائش کی بھٹی میں انسان نے اپنی نسلوں کو جھونک دیا ہے‘ یہاں تک کہ آج پھر انسانیت چھٹی صدی عیسوی کے تباہ کن مقام تک آن پہنچی ہے۔ مانی ازم سے عصری مغربی تہذیب تک تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ انسان جب آسمانی ہدایت سے الگ کر کے اپنی فکر و فلسفے کو بننے لگتا ہے تو ہمیشہ ٹھوکریں ہی کھاتا ہے جبکہ عقل و دانش کی الجھی ہوئی‘ گنجلک اور تہہ در تہہ ڈوریوں کو جب آسمان سے جوڑ کر وحی کی تعلیمات میں ان کا حل تلاش کیا جائے تو گویا ڈور کا ایک ایسا سرا ہاتھ لگ جاتا ہے کہ جس سے سارے کے سارے مسائل حل ہوتے چلے جاتے ہیں۔ سودی نظم معیشت آج اپنے انجام کو پہنچا چاہتا ہے‘ معیارِ زندگی میں بڑھوتری کی دوڑ کے اثراتِ بد آج عالمی سطح پر آسانی سے دیکھے جا سکتے ہیں‘ قرض کی مے پر استوار بلند و بالا بنکنگ کا نظام ریت کی دیوار ثابت ہو چکا ہے‘ اشتہار بازی پر مبنی معاشرتی اقتدار کی حقیقت سراب کے سوا کچھ ثابت نہیں ہوئی اور عورت کو اس کے حقیقی اور فطری مقام سے گرا کر جس معاشرت کا بیج بویا گیا تھا‘ خاندانی نظام کی تباہی کی فصل اس کے منطقی نتیجے کے طور پر آج کاٹی جا رہی ہے۔

معاشی و معاشرتی ترقی کا انسانی خواب صرف انبیاء علیہم السلام کے طریقے پر ہی پورا ہو سکتا ہے۔ وہ اپنا پیغام پیش کرنے کے بعد سب سے پہلے یہی کہتے تھے: (ترجمہ) ’’اور اے برادرانِ قوم! میں اس کام پر تم سے کوئی مال نہیں مانگتا‘ میرا اجر تو اللہ تعالی کے ذمہ ہے۔‘‘ (۲۹:۱۱) یہ معیارِ نبوت ہے کہ رضا کارانہ طور پر انسانیت کی خدمت کی جائے۔ نکاح وہ معاشرتی اقدار میں سے ایک اہم تر قدر ہے جس کا تحفظ اور جس کا تسلسل ہی انسانی نسلوں کی بقا کا ضامن ہے۔ سوال یہ ہے کہ ساری عمر اکٹھی بسر کرنے کی نیت اور ایک خاندان کی پرورش کے ارادے سے ملنے والے مرد و عورت کے ہاں ہونے والا بچہ اور ہوس نفس اور حیوانی جبلت کی تسکین کی خاطر ایک دوسرے کو جھنجھوڑنے اور بھنبھوڑنے کے بعد ہمیشہ کے لیے علیحدہ ہو جانے والے مرد و عورت کا ہونے والا بچہ کیا

انسانی نفسیات میں یکساں ہوں گے؟ ہرگز نہیں! انسان ساختہ تہذیبیں جو بھی کہیں' انبیاء کی تعلیمات نے ان کے درمیان حلالی اور غیر حلالی کا فرق کیا ہے اور یہ حقیقی و آفاقی فرق ہے۔ زکوٰۃ' صدقات' عشر' خمس اور فطرانہ و قربانی پر بنیاد کرنے والی معیشت کبھی بھی سود' ناجائز منافع خوری' ذخیرہ اندوزی' اشتہار بازی اور نسوانیت کی محتاج معیشت کے برابر نہیں ہو سکتی۔ پہلی قسم کی معیشت انسان کی اعلیٰ اقدار کی حامل اور ان کے رواج کی ضامن ہے جبکہ دوسری قسم کی معیشت شائلا کی سوچ کی آئینہ دار اور انسانی مجبوریوں کو اور ضرورتوں کو بڑھا چڑھا کر ان کا استحصال کرنے والی ہے۔

انبیاء علیہم السلام اگر اس دنیا میں تشریف نہ لاتے تو جنگل کا بادشاہ اور درندگی و سفاکی کی علامت شیر' چیتا اور بھیڑیا نہ ہوتے بلکہ انسان ہی ہوتا۔ اس لیے کہ اکیسویں صدی کی دہلیز پر چکا چوند روشنیوں اور تہذیب و تمدن کے جگمگاتے گہواروں میں پلنے والی اقوام جو انبیاء علیہم السلام کی عطا کردہ معرفت و شعور زندگی سے بے گانہ وا تعلق ہیں' کشمیر' چیچنیا' بوسینیا' عراق اور افغانستان سمیت پوری دنیا میں ان کے خونی کردار سے جنگل کے ان گوشت نوچنے والے شکاریوں کو بھی شرم آئے' اپنے آپ کو جانوروں کی نسل کہنے والوں نے پوری کوشش کی کہ انسان کے معاشی و معاشرتی نظام کو بھی ہوسِ نفس سے آلودہ کر کے تو جنگل کے برابر کر دیا جائے۔ یہ انبیاء علیہم السلام کا ترتیب دیا ہوا معاشی و معاشرتی نظام ہے جس میں انسانیت کی نسلیں بڑھتی اور پھلتی پھولتی ہیں' انسانی رشتے تقدس کی مضبوط ترین تسبیح میں ایک ایک دانے کی طرح پروئے چلے جاتے ہیں اور اعلی اخلاقی اقدار سے مزین انسانیت کے عنوان سے لکھا جانے والا معیشت کا سبق اپنی ایک ایک سطر پر انسان کو اس کے فرائض و حقوق یاد دلاتا چلا جاتا ہے۔

انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات اور خاص طور پر محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات دراصل اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہدایت کا نچوڑ ہیں اور انسانی عقل کسی صورت بھی وحی الٰہی کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ سورہ قدر کے مضمون کی ایک جہت یہ بھی ہے کہ سارے انسان ایک ہزار راتوں تک بھی اپنی عقل کے گھوڑے دوڑاتے تو ایسا شاندار نظام (نظامِ خلافت) وضع نہ کر پاتے جتنا کہ شاندار نظام اس ایک رات (شب قدر) کی برکت سے عالمِ انسانیت کو میسر آیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر کل انسانیت کی معاشی و معاشرتی ترقی درکار ہے تو بانیانِ انسانیت کی تعلیمات ہی اس کا واحد حل ہیں۔ اس کے علاوہ کسی بھی طرح کے قسم ہائے قسم کے نظام جو انسانی منڈیوں میں موجود رہے ہیں اور موجود ہیں اور قیامت تک خودرو بوٹیوں کی مانند اگتے رہیں گے' کسی خاص طبقے' نسل' گروہ' قوم یا افراد کے لیے تو جزوی طور پر فائدہ مند ہو سکتے ہیں انسانیت کے کل اجتماع کی خاطر ان کے پاس کوئی پیش نامہ ہمیشہ ناپید ہی رہے گا یہاں تک کہ خالقِ کائنات کی آخری عدالت ان استحصالی طبقوں کو ان کے اصل انجام تک پہنچا دے گی۔

ہماری دیگر تصانیف

نام کتاب	مصنف	قیمت
کتاب خلافت (پہلا ایڈیشن)	چودھری رحمت علی	50روپے
کتاب خلافت (دوسرا ایڈیشن)	چودھری رحمت علی	250روپے
جواز خلافت (اسلام انسانیت کا دین ہے)	چودھری رحمت علی	50روپے
خلافت ہمارے جملہ مسائل کا حل (کتابی شکل)	چودھری رحمت علی	50روپے
اسلام پر کیا گزری؟	چودھری رحمت علی	15روپے
شہادت علی الناس۔ ہمارا فرضِ منصبی	چودھری رحمت علی	20روپے
خلافت راشدہ	پروفیسر عبدالجبار شاکر	15روپے
عصرِ حاضر کے مسلمان اور اسلام	چودھری رحمت علی	20روپے
قرار دِ مقاصد میں وائرس	مہندس محمد اکرم خان سوری	125روپے
انسانیت کا دین؟ جمہوریت یا خلافت	ڈاکٹر نجم الدین	50روپے
الہ العالمین اور انسان	ڈاکٹر نجم الدین	250روپے

نوٹ:۔ پورا سیٹ -/800 روپے میں مہیا کر دیا جائے گا۔ ڈاک خرچہ بذمہ ادارہ

"سبق پھر پڑھ" کی جلدیں

جلد پنجم	جنوری 2005 تا دسمبر 2006
جلد ششم	جنوری 2007 تا دسمبر 2008
جلد ہفتم	جنوری 2009 تا دسمبر 2010
جلد ہشتم	جنوری 2011 تا دسمبر 2012
جلد نہم	جنوری 2013 تا دسمبر 2014
جلد دہم	جنوری 2015 تا دسمبر 2016

قیمت فی جلد -/250 روپے
ڈاک خرچ بذمہ ادارہ

ملنے کا پتہ: دارُالسلام واپڈا ٹاؤن، لاہور۔ فون 0300 - 8425428

Cell: 0300 - 8425428
Phone: 042 - 35187003
Fax: 042 - 35187003

Monthly
SABAQ PHIR PARRH
Lahore

Regd: CPL No. 91
Web: www.azmateislam.com
Email: khalafat@hotmail.com

داعیٔ حق کی ذمہ داری

جہاں تک ایک داعیٔ حق کا تعلق ہے وہ اس مسئلہ پر بالکل غور نہیں کرتا' اور نہ اسے غور کرنا چاہیے کہ لوگ اس کی دعوت پر کان دھریں گے یا نہیں اور نہ اس فکر میں وہ سر کھپاتا اور نہ اس کو سر کھپانا چاہیے کہ زمانہ اس کی دعوت کیلئے سازگار ہے یا ناسازگار۔ وہ لوگوں کے ردوقبول' اپنی کوششوں کی کامیابی اور ناکامی اور دعوتِ حق کے انجام کے متعلق ایک بار یہ فیصلہ کر کے کہ اس امر کا تعلق اس کی ذات سے نہیں ہے' بلکہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہے' بالکل مطمئن ہو جاتا ہے۔ وہ صرف اس بات پر غور کرتا ہے کہ خود اس کا اپنا فرض کیا ہے اور جب یہ طے کر لیتا ہے کہ وہ اس مقصد کی دعوت دے جس کو وہ حق یقین کر رہا ہے اور جو اس کے خیال میں تمام دنیا کیلئے یکساں مفید ہے' تو یہ طے کر چکنے کے بعد وہ اس تردد میں نہیں پڑتا کہ لوگ اس کی دعوت کو قبول کرنے کے بارہ میں اپنا فرض پورا کریں گے یا نہیں اور اللہ تعالیٰ اس دعوت کو دنیا میں برپا کرے گا یا نہیں۔

جہاں تک لوگوں کے ردوقبول کا تعلق ہے وہ اس کی دعوت کو قبول کریں یا نہ کریں' دونوں صورتوں میں اس کی اپنی ذمہ داری بدستور قائم رہتی ہے۔ اگر وہ قبول کریں گے تو ان کیلئے دنیا اور آخرت میں کامیابی اور فلاح کی راہیں کھلیں گی اور یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ادائے فرض و دعوت کا اجر و ثواب حاصل کرے گا' اور اگر نہ قبول کریں گے تو اس کے ذریعہ سے لوگوں پر اللہ کی حجت پوری ہو گی اور داعی اللہ کے ہاں اپنی ذمہ داری سے سبکدوش قرار دیا جائے گا کہ اس کا جو فرض تھا اس نے پورا کر دیا۔

مولانا امین احسن اصلاحی

الداعی الی الخیر:
تحریکِ عظمتِ اسلام دارُالسّلام، واپڈا ٹاؤن، لاہور
فون: 0300-8425428, 0321-4114584